مطالعۂ قرآن

کی

ضرورت واہمیت

تالیف :

مولانا ریاض احمد خاں

ناشر :

ادارہ دعوۃ القرآن

۵۹۔محمد علی روڈ۔ممبئی ۴۰۰۰۰۳ ☆ فون:۲۳۴۶۵۰۰۵

چوتھاایڈیشن:۲۰۰۰ قیمت: ۱۲/۔ روپئے

مارچ ۲۰۱۰ء Price: 12/-

بِسْمِہٖ تَعَالیٰ

عرض ناشر

زیرِ نظر کتابچہ ’’ مطالعہ قرآن ضرورت اور اہمیت ‘‘مولانا ریاض احمد خاں چیرمین ادارہ دعوۃ القرآن ممبئی کے کاوشِ قلم کا نتیجہ ہے۔اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قلیل مدت میں اس کا چوتھاایڈیشن طباعت کیلئے جارہا ہے۔

ادارہ نے اول روز سے ہی قرآن فہمی کواہمیت دی ہے۔مولانا شمس پیرزادہ رحمۃ اللہ علیہ سابق چیئرمین کا تصنیف کردہ کتابچہ ’’ کیا قرآن کو سمجھ کر پڑھنا ضروری نہیں؟‘‘لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوچکا ہے۔اورآپ کی تفسیر دعوۃ القرآن پانچ زبانوں اردو،مراٹھی، گجراتی، ہندی اورانگریزی میں طبع ہوکر قبول عام حاصل کرچکی ہے۔

قرآن کتاب ہدایت ہے۔اس کو سمجھے بغیر صرف تلاوت کے ذریعے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرنا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔اللہ تعالیٰ خوداس کوابدی ہدایت نامہ ہونے کا ذکر فرماتے ہیں: ’’ ہم ہی نے اس قرآن کونازل فرمایا ہےاور ہم ہی اس کے محافظ ہیں‘‘ (حجر۔۹)

یہ ہدایت نامہ، سمجھنے کے لئے بہت آسان ہے۔اس اہم ترین نکتے کو ذہن نشین کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کوچار مرتبہ دہرایا ہے۔’’ ہم نے قرآن کو سمجھنے اور ہدایت کے لئے آسان بنایا تو ہے،کوئی ہےاس کو سمجھےاور قبول کرے؟‘‘ (قمر ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)

دنیا کی کوئی کتاب بغیر سمجھے پڑھی نہیں جاتی،اس کے برخلاف صرف ’’الکتاب‘‘ کے ساتھ یہ ظلم رَوا رکھا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ واضح طور پراس کتاب کوسمجھنے کی دعوت دیتے ہیں،اس کے باوجوداس کوبغیر سمجھے پڑھنا،کیا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مترادف نہیں ہے؟اللہ سبحانہٗ فرماتے ہیں:’’ ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب بھیجی ہے، جس میں تمہارے لئے یاددہانی ہے ۔کیا تم سمجھتے نہیں؟‘‘(انبیاء:۱۰)’’ یہ لوگ قرآن پر غورنہیں کرتے ۔کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔‘‘(محمد:۲۴)

اللہ تعالیٰ کے یہاں بلندترین مقام ومرتبہ محسنین کا ہے۔لیکن وہ بھی ہدایت حاصل کرنے سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

قرآن انسانیت کے نام اللہ کی طرف سے ہدایت کا پیغام ہے، حق و باطل، صحیح و غلط اور ہدایت و ضلالت کے فرق کو واضح کرنے والی کتاب ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کی آیات میں غور و فکر اور تدبر کو اس کے نزول کا مقصد قرار دیا ہے، تاکہ انسان اس غور و تدبر کے نتیجہ میں جہالت و ضلالت کی تاریک پگڈنڈیوں سے نکل کر، علم و ہدایت کی روشن شاہراہ پر آجائے۔

قرآن انسانوں کیلئے، ان کے خالق اور پروردگار کی طرف سے روشن دلیل، ہدایت و بصیرت کا نور، دلوں کے امراض کی شفاء اور اس کے پسندیدہ راستے کا بیان ہے۔

لیکن بدقسمتی سے خود قرآن پر ایمان رکھنے والے، عام مسلمانوں میں آج کل قرآن کے بارے میں، یہ غلط خیال عام ہوتا جارہا ہے کہ عام لوگوں کو قرآن سمجھ کر پڑھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے۔ورنہ وہ گمراہ ہوجائیں گے۔کیونکہ قرآن کو سمجھنے اور اس سے ہدایت و نصیحت حاصل کرنے کیلئے جن علوم کی ضرورت ہے، اس سے عام مسلمان محروم اور نابلد ہیں۔

قرآن کے فیضان ہدایت کے تعلق سے یہ انتہائی خطرناک مغالطہ ہے۔قرآن کی تفسیر اور اس سے مسائل کے استنباط کیلئے تو یقیناً ان علوم سے واقفیت شرط لازم ہے۔لیکن جہاں تک قرآن سے ہدایت اور نصیحت کے حصول کا مسئلہ ہے، تو اس کے لئے قرآن میں شرط علم نہیں بلکہ تقویٰ ہے۔(هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ) تقویٰ نہ ہو تو تمام علوم کے حامل علامہ کو بھی، قرآن

مستثنیٰ نہیں ہیں۔قرآن حکیم کے مطابق عامۃ الناس کے پانچ مدارج ہیں۔انسان ،مسلمین ، مؤمنین، متقین اور محسنین۔ان پانچوں کیلئے فرمایا گیا ہے:

انســـــان: ’’وہ انسانوں کیلئے ہدایت ہے اور ایسے دلائل پر مشتمل ہے، جو راہِ ہدایت کو واضح کرنے والے اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والے ہیں‘‘۔(بقرہ:۱۸۵) مســلـمین: ’’اور ہدایت و بشارت ہیں مسلمین کیلئے‘‘۔(نحل:۱۰۲) مـؤمـنیـن: ’’ہدایت اور بشارت ہے مؤمنین کے لئے۔‘‘(نمل:۲) متّقین : ’’یہ کتاب الٰہی ہے اس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے متقین کیلئے۔‘‘(بقرہ:۲) محسنین: ’’ہدایت اور رحمت ہے محسنین کیلئے‘‘۔(لقمان:۳)

ان آیات کی روشنی میں عامۃ الناس سے لیکر محسنین تک قرآن کی ہدایت کے محتاج ہیں، لہٰذا کوئی بھی حصول ہدایت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اور ہدایت حاصل ہو نہیں سکتی قرآن کو سمجھے بغیر۔اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کے مطابق دعوت و تبلیغ کے کام کا مرکز و محور لازماً قرآن ہونا چاہیئے تھا۔لیکن عجیب المیہ ہے کہ تبلیغ کا پہلا بنیادی جز یعنی ’’فہم قرآن‘‘ ہی دینی جماعتوں سے غائب ہے۔چونکہ خود بامعنیٰ مطالعہ قرآن کے بجائے بے معنی تلاوت پر اکتفا کرتے ہیں، اسلئے الکتاب کے بجائے دیگر کتابوں سے تبلیغ کرتے ہیں۔قرآن سمجھنا اور سمجھانا دونوں مفقود ہیں، اسلئے نہ خود سمجھنا مطلوب ہے اور نہ دوسروں کو سمجھانا مقصود۔

کاش ہم مشکوٰۃ کی اس حدیث سے سبق لیتے جس میں کہا گیا ہے کہ جو کوئی قرآن کو ’’چھوڑ‘‘ کر کسی اور ’’ذریعے‘‘ سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کریگا، اللہ تعالیٰ اُسے ’’گمراہ‘‘ کر دے گا۔(العیاذ باللہ)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو قرآن کے ذریعے ہدایت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور دوسری کتابوں کی گمراہی سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

شھاب بانکوٹی

سیکریٹری

ادارہ دعوۃ القرآن۔ممبئ

سے ہدایت کے بجائے ضلالت ہی ملے گی۔اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اضلہ اللہ علی علم کے الفاظ میں واضح کیا ہے۔قرآن کا فیضانِ ہدایت ونصیحت عام ہے جو شخص بھی تقویٰ واخلاص کے ساتھ اس کی آیات میں غور وفکر کرے گا وہ یقیناً ہدایت اور اللہ کے پسندیدہ راستے کو پالے گا،خواہ وہ عامی ہو یا عالم۔

یہ کتاب قرآن کے فیضان ہدایت پر پڑے ہوئے اس غبار کو دور کرنے کی ایک حقیر کوشش ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے قارئین کیلئے نافع اور میرے لئے اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے۔آمین

ریاض احمد........................ ملت نگر بمبئی

۲ دسمبر ۱۹۹۳ء

بسم الرحمن الرحیم

قرآن کا موضوع انسان ہے،اس اعتبار سے کہ اس کی حقیقی فلاح وکامیابی کن چیزوں میں ہے اور ناکامی ونامرادی کن باتوں کا نتیجہ۔قرآن انسان کو بتاتا ہے کہ وہ کون ہے؟اس دنیا میں کیوں اور کہاں سے آیا ہے؟ خود بخود اتفاقی حادثہ سے پیدا ہو گیا؟ یا کوئی ہستی ہے جس نے اسے اور کائنات کو پیدا کیا ہے؟اس دنیا میں اس کے وجود کی کوئی غرض وغایت اور مقصد ہے؟اور اگر ہے تو وہ کیا ہے؟اس دنیا میں زندگی کے چند دن گذارنے کے بعد وہ کہاں چلا جاتا ہے؟اگر مسؤل وذمہ دار ہے تو وہ ہستی کون سی ہے جس کے سامنے وہ جواب دہ ہے؟

انسان اور اس کی زندگی سے متعلق یہ اور اس جیسے دوسرے بہت سے سوالات ہیں جن کا تشفی بخش جواب اور یقینی علم ،قرآن انسان کو عطا کرتا ہے جن کے صحیح جواب پر ہی اس دنیاوی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد دوسری زندگی میں انسان کی فلاح وکامیابی کا راز مضمر اور وابستہ ہے۔

قرآن انسانوں کی ہدایت کا سرچشمہ،صحیح اور غلط،حق اور باطل کے درمیان فرق کو واضح کرنے والی کتاب ہے قرآن انسانوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے ۔ قرآن، انسانی قلوب کے امراض کی شفا ہے ۔قرآن انسانوں کو عقل وبصیرت کا نور عطا کرتا ہے۔قرآن انسانوں کے نام اللہ کا پیغام ہے جس کے ذریعہ وہ یہ جانتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔قرآن کے مضامین میں کوئی ٹیڑھ یا ایچ پیچ نہیں ہے۔قرآن کے مضامین کا سمجھنا اور اس سے عبرت وسبق حاصل کرنا آسان ہے ۔قرآن کو انسانوں کے سمجھنے،اور اس

سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کے لئے نازل کیا گیا ہے۔قرآن پڑھنے اور سننے کے بعد، اس سے ہدایت وروشنی حاصل کرنے کا ذمہ دار انسان خود ہے۔قرآن سارے انسانوں تک پہنچنے اور پہنچانے کیلئے نازل کیا گیا ہے۔قرآن میں انسان کا ذکر ہے تاکہ وہ جانے اور سمجھے کہ وہ کون ہے۔انسان اوراس سے متعلق یہ اوراس طرح کے سیکڑوں مضامین ہیں،جنہیں قرآن بیان کرتا ہے جن میں چند کو یہاں نقل کیا جارہا ہے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآاِلَیْکُمْ کِتَابًا فِیْهِ ذِکْرُ کُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔

"لوگوں ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمہارا ہی ذکر ہے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔" (انبیاء :۱۰)

قرآن انسانوں کے لئے ہدایت ہے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ۔ (سورہ بقرہ۔۱۸۵)

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کیلئے ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق واضح کردینے والی ہیں۔"

قرآن کے نزول کی غرض انسانوں کو تاریکی سے روشنی میں لانا ہے!

سورۂ ابراہیم میں حضور پر قرآن کے نزول کی غرض یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ انسانوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔

کِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ (سورہ ابراہیم۔۱)

"اے محمدؐ! یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے، تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر، روشنی میں لاؤ، ان کے رب کی توفیق سے اس اللہ کے راستے پر جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔" (ابراھیم۔۱)

قرآن انسانوں کے غور وتدبر کیلئے نازل کیا گیا ہے

سورۂ ص میں قرآن کے نزول کی غرض اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ لوگ اس کی واضح تعلیمات اور دلائل پر غور وتدبر کریں، اور عقل والوں کو اس سے ہدایت اور سمجھ حاصل ہو۔

کِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَیْکَ مُبَارَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْا آیَاتِهٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُو الْاَلْبَابِ۔ (سورہ ص:۲۹)

"یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو (اے نبیؐ!) ہم نے تم پر نازل کی ہے، تاکہ لوگ اس کی آیات (دلائل) پر غور وتدبر کریں اور، تاکہ عقل والے اسے سمجھیں اور سبق حاصل کریں۔"

قرآن انسانوں کیلئے اللہ کی طرف سے برہان اور نور ہے

سورۂ نساء میں انسانوں کو مخاطب کر کے یہ اعلان کیا کہ یہ کتاب تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے واضح روشنی اور قطعی حجت ہے۔اس کے اندر ہر شبہہ، ہر اعتراض اور ہر سوال کا مسکت اور تشفی بخش جواب موجود ہے، یہ زندگی کے نشیب وفراز میں حق و باطل کے فرق کو واضح کر کے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآاِلَیْکُمْ نُوْرًامُّبِیْنًا۔ (نساء۔۱۷۴)

"اے انسانو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس روشن دلیل آ گئی ہے اور ہم نے

تمہاری طرف ایسی واضح روشنی بھیجی ہے جو تمہیں صاف صاف راہ ہدایت دکھانے والی ہے۔"

قرآن اللہ کی طرف سے انسانوں کے لئے موعظت ،شفاء، ہدایت اور رحمت ہے

سورۂ یونس میں انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: لوگو! تمہارے رب کی طرف سے یہ کتاب تمہارے لئے موعظت اور نصیحت ہے۔ یعنی جن خطرات سے انسان کو بچنا چاہیئے اس کی آگاہی، اور جو لوگ آنکھ بند کر کے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں، ان کو ڈانٹ اور تنبیہ، اور اس سے بڑھ کر یہ دلوں کے امراض کی شفاء ہے، جن کی وجہ سے انسان، انسانیت کے بلند اوصاف سے محروم ہو کر حیوانیت کے پست غار میں گر جاتا ہے۔ اور جو لوگ اسے قبول کر کے اس کی تعلیمات پر عمل کریں، ان کے لئے اس دنیا میں ہدایت اور سراپا رحمت ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔(سورہ یونس۔۵۷)

"اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے موعظت اور نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں دلوں کے امراض کی شفاء ہے اور رہنمائی و رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو اسے قبول کر لیں۔"

قرآن کے نزول کی غرض انسانوں کیلئے یاددہانی اور نصیحت ہے

سورۂ انعام میں حضور ﷺ سے یہ اعلان کروایا گیا کہ یہ قرآن جو مجھ پر وحی کیا گیا ہے اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ میں تمہیں اس کے ذریعے سے خبردار کروں۔ اور ان لوگوں کو بھی جن تک یہ پہنچے۔

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ (انعام:۱۹)

"اور یہ قرآن مجھ پر بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے، تاکہ میں تمہیں اور جن جن کو یہ پہنچے سب کو متنبہ کر دوں۔"

سورۂ اعراف میں حضور ﷺ پر قرآن کے نزول کی غرض یوں بیان کی گئی ہے۔

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔

"یہ ایک کتاب ہے جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے۔ پس اے محمد ﷺ تمہارے دل میں اس سے کوئی جھجک نہ ہو، اس کے اتارنے کی غرض یہ ہے کہ تم اس کے ذریعہ (منکرین کو) ڈراؤ، اور قبول و تسلیم کرنے والوں کو یاددہانی ہو"۔(اعراف۔۲)

قرآن کے قصوں میں انسانوں کیلئے بصیرت کا سامان اور متقین کیلئے ہدایت، رحمت اور موعظت ہے

اس دنیا میں کب اور کن اعمال کی بنیاد پر کوئی قوم اللہ کی رضا و خوشنودی سے ہمکنار ہو کر کامیاب ہوتی ہے، اور کب کن اعمال کی وجہ سے اللہ کے غضب کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہوتی ہے: سورۂ آلِ عمران میں اپنی اس سنت و قاعدے کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں کہ:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔(سورۂ آل عمران:۱۳۸)

"یہ بیان (وضاحت اور تنبیہ) ہے انسانوں کیلئے اور ہدایت و نصیحت ہے ڈرنے والوں کیلئے۔"

سورۂ جاثیہ میں حضور ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے نبی ﷺ! یہ قرآن جس کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں، اس کی مخالفت میں ظالم اہل کتاب اور مشرکین نے جو باہمی سازش کرلی ہے آپ اس سے بالکل پریشان وہراساں نہ ہوں۔ کیونکہ قرآن کے مضامین کا فیض عام (یعنی بصیرت کی نشانیوں کا مجموعہ) عام ہے سارے انسانوں کیلئے، اورفیض خاص (یعنی اس دنیا میں ہدایت اورآخرت میں رحمت) مخصوص ہے ان لوگوں کیلئے، جو اللہ کی بشارت اور انذار پر یقین رکھتے ہیں۔

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔

''یہ (قرآن) بصیرت کی روشنیاں فراہم کرتا ہے سب انسانوں کیلئے، اور ہدایت ورحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں۔'' (سورۂ جاثیہ۔۲۰)

قرآن کے مضامین انسانوں کیلئے پیغام، یاددہانی، علم حقیقی اور نصیحت کا درجہ رکھتے ہیں

سورۂ ابراہیم میں آخرت کی جوابدہی اوراس کی سزا سے بے خوف ہوکر، اس دنیا میں زندگی بسر کرنے والے لوگوں کے ساتھ، آخرت میں اللہ تعالیٰ کیا معاملہ فرمائیں گے اس کو بیان کرنے کے بعد، تمام انسانوں سے مخاطب ہوکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن کے مضامین لوگوں کیلئے پیغام، تنبیہ اور نصیحت ہیں۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

''یہ ایک پیغام ہے تمام انسانوں کے لئے اور اسے بھیجا ہی اس لئے گیا ہے کہ ان کو اس کے ذریعہ خبردار کردیا جائے اورتا کہ لوگ جان لیں کہ حقیقت میں بس اللہ ایک ہی ہے اور تاکہ عقل والے، سوچ سمجھ کر ہوش میں آجائیں۔'' (سورۂ ابراہیم۔۵۲)

قرآن میں حکمت پر مبنی طرح طرح کی مثالیں انسانوں کیلئے ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل اورسورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ ہم نے تمام انسانوں کیلئے اس قرآن میں طرح طرح سے، مختلف اسلوبوں اور گوناگوں مثالوں سے ہر قسم کی حکمت کی باتیں بیان کی ہیں، تاکہ انسانوں پر راہ حق وہدایت واضح ہوجائے، لیکن ان کی محرومی وبدبختی کا حال یہ ہے کہ ان کی اکثریت انکار وہٹ دھرمی کے ساتھ ساتھ انتہائی نامناسب اور جھگڑالو رویہ اختیار کئے ہوئے ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا۔

''ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر اکثر لوگ انکار اور ہٹ دھرمی پر ہی جمے رہے۔'' (بنی اسرائیل۔۸۹)

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَّكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَىْءٍ جَدَلًا۔ (سورہ کہف: ۵۴)

''ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا، مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے''۔

قرآن سے ہدایت ونصیحت کا حاصل کرنا آسان ہے۔

سورۂ قمر میں قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط اور آلِ فرعون کی داستان عبرت وموعظت کو بیان کرنے کے بعد اوراس کے اختتام پر، شعر کے آخری بند کی طرح، اللہ تعالیٰ نے بار بار کفار مکہ کو یاددلایا ہے کہ ہم نے قرآن کے مضامین، قصوں اور مثالوں کو سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے، ہر اس شخص کیلئے جو انہیں سمجھنے اوران سے نصیحت حاصل

کرنے کیلئے آمادہ ہو۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۔ (سورہ قمر:۱۷)

''ہم نے قرآن کو سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے تو ہے کوئی جو اس کو سمجھے اور نصیحت حاصل کرے۔'' (سورۂ قمر۔۱۷)

قرآن کا بیان واضح ہے جس میں کوئی اینچ پینچ یا ٹیڑھ نہیں ہے۔

سورۂ کہف اور سورۂ زمر میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ ہم نے عربی مبین میں، اپنے بندے پر جو قرآن نازل کیا ہے، وہ سب انسانوں کیلئے حکمت، بصیرت اور نصیحت کی باتیں تمثیل کے اسلوب و انداز میں بیان کرتا ہے جس میں کسی قسم کی کوئی ٹیڑھ، اینچ پینچ اور افراط وتفریط نہیں ہے، نہ بیان کے اعتبار سے، نہ معنی کے اعتبار سے، بالکل راست صراط مستقیم کی رہنمائی، نہایت سادہ و دل پذیر اسلوب میں، نہایت فصیح و بلیغ زبان میں، جس کے حق اور صحیح ہونے کے دلائل انسان کی عقل، فطرت اور آفاق وانفس کے ہر ہر گوشے میں موجود ہیں، اس امید پر کہ شاید انسان ان کو سمجھ کر اللہ کی نافرمانی سے بچیں۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ (سورۃ زمر:۲۸)

''ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح کی مثالیں دی ہیں تاکہ یہ ہوش میں آئیں، ایسا قرآن جو عربی زبان میں ہے، جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے، تاکہ یہ بُرے انجام سے بچیں۔''

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔

''شکر اور تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی، اور اس میں کوئی ٹیڑھ اور کمی نہ رکھی۔'' (سورۂ کہف۔۱)

قرآن پہنچ جانے کے بعد اپنی ہدایت وضلالت کا ذمہ دار انسان خود ہے

سورۂ یونس آیت ۱۰۸ میں نبی کریم ﷺ کو اللہ نے حکم دیا کہ آپ لوگوں کے سامنے اس حقیقت کا اعلان کردیں کہ اب جبکہ اس کتابِ ہدایت کے ذریعہ، تمہارے رب کی طرف سے، تم پر حق واضح ہو چکا ہے اسلئے اب تم میں سے جو لوگ بھی اس راہ ہدایت کو اختیار کریں گے، ان کی راست روی کا فائدہ بھی ان ہی کو ملے گا اور جو راہ حق کو چھوڑ کر، گمراہ ہو جائیں گے تو ان کی گمراہی ان ہی کیلئے تباہ کن ہوگی۔ اور یہ بھی کان کھول کر سن لو کہ میری ذمہ داری بس اس حق کو تم تک پہنچا دینے کی ہے تم سے اس کو منوا لینے کا ذمہ دار میں نہیں ہوں۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۔

''اے محمد! اعلان کردو کہ لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، اب جو سیدھی راہ اختیار کرے، اس کی راست روی اسی کیلئے مفید ہے اور جو گمراہ رہے اس کی گمراہی اسی کیلئے تباہ کن ہے اور میں تمہارے اوپر کوئی حولدار نہیں ہوں۔''

سورۂ زمر آیت ۴۱ میں اسی بات کا اعلان کیا گیا کہ اے محمد! ہم نے انسانوں کی ہدایت کے لئے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے، لہٰذا اب جو ہدایت کو قبول کرے گا، اس پر چلے، اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا اور جو حق آ جانے کے بعد بھی گمراہی کو پسند کرلے تو اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا، اور آپ تو ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

انسانی فطرت میں معرفت حق کا انتظام

قرآن عام انسانوں کے لئے ہدایت ونصیحت ہے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ سارے انسان قرآن کی دعوتِ خیر وفلاح کو قبول ہی کرلیں گے، کیونکہ انسان کو اس بات

کی آ گاہی دینے کے لئے کہ اس کی فلاح کس چیز میں ہے، اور خسران کس بات کا نتیجہ، اللہ نے جہاں ایک طرف ، ہر زمانہ میں رسول و کتاب کے ذریعے دعوتِ خیر وفلاح کا انتظام کیا ہے تو وہیں دوسری طرف اسی غرض کے لئے ، اس نے انسان کے داخل میں بھی یہ انتظام کیا ہے کہ اس کو نہایت اعلیٰ ساخت کی طبیعت اور فطرت پر پیدا کیا، اس کے نفس میں ضمیر، نفس لوامہ، نام کا ایک پہرہ دار بھی بٹھا دیا، جو اسے بدی و فجور کے کام پر مسلسل ملامت کرتا رہتا ہے ، عقل ، شعور، مشاہدہ اور علم کی صلاحیتوں کے ساتھ ایک اخلاقی حس بھی دلیل اور برہان کے طور پر، اس کی رہنمائی کیلئے عطا فرمائی، جس کی بدولت وہ نہ صرف یہ کہ خیر وشر میں امتیاز کرتا ہے، بلکہ نیکی اور خیر کو اپنے لئے مفید اور نفع بخش، بدی اور شر کو مضر اور نقصان دہ بھی سمجھتا ہے۔ قرآن کی درج ذیل آیات انسانی فطرت میں معرفت حق کے اسی انتظام پر دلالت کرتی ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ (سورۃ التین: ۴)

’’ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا‘‘

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۔ (سورۃ قیامۃ: ۲)

’’اور نہیں! میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔‘‘

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۔ (سورۃ بلد: ۱۰)

’’اور (نیکی وبدی کے) دونوں نمایاں راستے ہم نے اسے دکھادئے‘‘۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۔

’’تب پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کردی۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا، اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔‘‘ (سورۃ شمس ۸۔۱۰)

قرآن اپنی فلاح وخسران کا ذمہ دار خود انسان کو ٹھہراتا ہے

انسان کی ہدایت کیلئے اس کے داخل میں ضمیر اور فطرت سلیمہ اور خارج میں رسول وکتاب کے انتظام کے بعد، اللہ نے انسان کو اس بات کی آزادی واختیار بھی دیا کہ وہ اپنی آزاد مرضی اور اختیار سے ، اس دنیا میں ، اپنے لئے خیر وشر کے دونوں راستوں میں سے جس کا چاہے انتخاب کر لے۔ چاہے تو نفس لوّامہ، رسول اور کتاب کی دعوت پر لبیک کہہ کر، خود کو اس دنیا میں اللہ کی ہدایت اور آخرت میں اس کی رحمت کا مستحق بنائے ، اس طرح ہدایت اور رحمت دونوں اس کے صحیح انتخاب اور اعمال صالحہ کا نتیجہ قرار پاتی ہے۔

چاہے تو نفس امّارہ اور شیطان کی دعوت پر لبیک کہہ کر، وہ اس دنیا میں ضلالت اور آخرت میں اللہ کے غضب اور سزا کا مستحق بنائے، اس طرح ضلالت وسزا دونوں اس کے غلط انتخاب اور بُرے اعمال کا نتیجہ قرار پاتی ہیں، اور دونوں صورتوں میں، یعنی اللہ کی رحمت اور ہدایت یا ضلالت وسزا کا ذمہ دار اخود انسان کا انتخاب وارادہ اور اس کے بُرے اعمال ہونگے۔

انسان کی داخلی اور خارجی ہر قسم کی رہنمائی کی وجہ سے ہی، اللہ نے اپنی فلاح وبدبختی دونوں کا ذمہ دار خود انسان کو قرار دیا ہے، جس پر ذیل کی آیات اور حدیث دلالت کرتی ہیں:۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۔ (سورۃ دھر: ۲۔۳)

’’ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں، اور اسی غرض کیلئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بھی بنایا، ہم نے اسے راستہ کی رہنمائی بھی کی (اب اسے اختیار رہے) چاہے شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا‘‘

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِىْ عُنُقِهٖ. وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا. اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا. (بنی اسرائیل ۱۳۔۱۴)

"ہر انسان کی خوش بختی یا بدبختی کو ہم نے اس کے اپنے گلے میں لٹکا رکھا ہے قیامت کے دن اس کے نامہ اعمال کو اس کے لئے نکالیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا۔ اور اسے حکم دیں گے کہ پڑھ اپنا نامۂ اعمال آج اپنا حساب لینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔"

قال رسول الله ﷺ : کل مولود یولد علی الفطرة حتی یعرب عنه لسانه فاذاعبر عنه لسانه اماشاكر اواما كفورا ۔(مسند احمد بحوالہ ابن کثیر)

"حضور ﷺ نے فرمایا! دنیا میں پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرت (سلیمہ) پر پیدا کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ فصیح زبان میں مدعا کے اظہار (اور اس کے اخذ) پر پوری طرح قادر ہو جاتا ہے بلوغ کے اس مقام پر پہنچ کر (وہ بااختیار رہے) چاہے شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔"

انسانوں کی ہدایت کے باب میں اللہ کی سنت

انسانوں کے اس ہجوم میں قرآن و رسول کی دعوتِ خیر و فلاح کے ذریعہ، ہدایت سے ہمکنار اور فیض یاب صرف وہ لوگ ہوتے ہیں، جن کے داخل میں ان کی فطرت سلیمہ کا نور اور اخلاقی حس محفوظ اور بیدار ہے، جو خیر و ہدایت کے امیدوار اور حریص ہیں اور ضلالت و شر کے انجام سے خوف زدہ اور ہوشیار! کیونکہ ہدایت کے باب میں اللہ تعالیٰ نے جو سنت مقرر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ہدایت کی توفیق وہ انہی لوگوں کو بخشتا ہے جو اپنے کان، آنکھ، دل اور دماغ کی صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں، جو خیر و ہدایت اور فطرت کے اندر موجود نور کی قدر کرتے ہیں اور جو بھلے شخص کی ہر بھلی اور معقول بات کو غور و توجہ سے سننے اور سمجھنے کے لئے،

اپنے دل و دماغ اور کان کے دریچے کھلے رکھتے ہیں، خواہ وہ بات ان کی خواہش نفس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن کی درج ذیل آیات، انسانوں کی ہدایت کے باب میں اللہ کی اسی سنت کی طرف دلالت کرتی ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۔(الشمس:۹)

"فلاح پا گیا وہ جس نے (فطری) تقویٰ کو نشو ونما دیا اور بڑھایا۔"

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ. (سورہ ہود:۱۷)

"پھر بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک صاف شہادت رکھتا تھا، اس کے بعد ایک گواہ بھی پروردگار کی طرف سے (اس کی تائید میں) آگیا، اور پہلے موسیٰ کی کتاب رہنما اور رحمت کے طور پر آئی ہوئی موجود تھی (کیا وہ بھی دنیا پرستوں کی طرح اس سے انکار کر سکتا ہے) ایسے ہی لوگ اس پر ایمان لائیں گے۔"

(۳) سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى (اعلیٰ:۱۰)

"جو شخص ڈرتا ہے وہ نصیحت قبول کریگا۔"

(۴) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۔ (یٰس:۷۰)

"یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب، تاکہ وہ ہر اس شخص کو خبردار کردے جو زندہ ہو، اور انکار کرنے والوں پر حجت قائم ہو جائے۔"

(۵) وَيَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۔(شوریٰ:۳۰)

"اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرلے۔"

قرآن سے کیسے لوگوں کو ہدایت نہیں، بلکہ ضلالت ملتی ہے

اس کے بالمقابل وہ لوگ جن کی فطرت سلیمہ کا نور اور اخلاقی حِس کا داخلی نظام، دنیا پرستی، لاپرواہی، اور فسق وفجور کی وجہ سے ماند اور ختم ہو چکا ہے، انہیں قرآن سے فلاح وہدایت ملنے کے بجائے، ضلالت ونامرادی ان کے گردن کا طوق بنتی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک خیر وہدایت کوئی ایسی قیمتی چیز نہیں ہے کہ آدمی جسے پسند کرلے اور جس کیلئے کوشاں ہو یا ضلالت وشر ایسی بُرائی نہیں ہے کہ آدمی جس سے بچے اور نفرت کرے، جو اپنی لاپرواہی اور لااُبالی پن کی وجہ سے جانوروں کی طرح بھلے اور بُرے کی تمیز سے عاری ہو چکے ہیں، جو اندھے اور بہرے کی طرح زندگی گذارتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خیر وہدایت کی توفیق دینا تو درکنار، اللہ تعالیٰ ان کے دل ودماغ، کان اور آنکھ پر مہر اور پردے لگا دیتا ہے۔ اور ان سے خیر کی وہ صلاحیت بھی سلب کرلیتا ہے جو فطرتاً ان کے نفس میں موجود ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ان میں اور جانوروں میں کوئی معنوی فرق باقی ہی نہیں رہ جاتا، اور وہ اسفل السافلین کے عمیق غار میں گر جاتے ہیں۔ قرآن کی درج ذیل آیات انسانوں سے خیر وہدایت کی توفیق کے سلب کرلئے جانے پر دلالت کرتی ہیں۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ (الشمس:۱۰)

’’اورنامراد ہوگیا وہ جس نے (نفس میں موجود فطری) تقویٰ کو دبا دیا‘‘۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا وَّمَا يُضِلُّ بِهٖ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۔ (سورۃ بقرہ:۲۶۔۲۷)

’’(قرآن اور اس کی مثالوں سے) اسی طرح اللہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور

بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اس سے وہ انہی کو گمراہ کرتا ہے جو فاسق ہیں، جو اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔ اور اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔‘‘

اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔

’’پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا، جس نے اپنی خواہش نفس کو خدا بنالیا ہے، اور اللہ نے عالم ہونے کے باوجود اسے گمراہ کردیا، اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا؟ اللہ کے بعد اب کون ہے جو اسے ہدایت دے؟ اب کیا تم لوگ غور نہیں کرتے‘‘؟ (جاثیہ:۲۳)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ۔ (سورۃ زمر:۳)

’’اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور منکر حق ہو۔‘‘

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ۔ (سورۃ غافر:۲۸)

’’اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گذرنے والا کذّاب ہو۔‘‘

انسانوں کی ہدایت وضلالت کے باب میں اللہ کی سنت پر دلالت کرنے والی دورِاوّل کی مثالیں

انسانوں کی ہدایت وضلالت کے باب میں، اللہ کی اس سنت پر نبوت کے دورِاوّل کی مثال وشہادت کافی ہے۔ وہی قرآن تھا جس کی دعوت رسول مقبول ﷺ کی زبان سے، مکہ کے تمام لوگوں اور طبقات نے سنی، جن میں عالم وعامی سبھی شامل تھے، لیکن وہ لوگ جن کی فطرت سلیمہ کا نور بیدار اور زندہ تھا، انہوں نے اس دعوت میں اپنے دل وضمیر کی آواز سنی اور سنتے ہی فوراً اسے قبول

کرلیا، اس کے برخلاف جن کی فطرت سلیمہ کا نور بالکل مُردہ ہو چکا تھا وہ ہدایت قبول کرنا تو درکنار، گمراہی اور مخالفت میں مزید شدید ہو گئے۔ اوران دونوں گروہوں کے مابین، وہ لوگ جن کی فطرت جس درجہ اور جتنا غبار آلود ہوئی تھی وہ اپنے داخلی غبار کی کمی وبیشی کے اعتبار سے ہی درجہ بدرجہ توفیق الٰہی کے مستحق قرار پائے، اور اسی نسبت سے اسلام میں پہلے اور بعد میں داخل ہوئے۔

آج بھی لوگوں کے قبول اسلام میں، مختلف ذرائع اور کتابوں کی فراوانی کے باوجود، فیصلہ کن چیز لوگوں کا علم نہیں بلکہ قلب میں فطرت سلیمہ کا نور، قرآن کریم کا مطالعہ اور مخلص مؤمن کی عملی زندگی کی سچی تصویر ہی وہ اصل ہے، جس سے لوگوں کو قبول اسلام کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

مؤمنین متقین اور محسنین کے لیے، قرآن لازمی و یقینی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

جس قرآن کی خصوصیت یہ ہو کہ وہ انسانوں کو سب سے زیادہ سیدھے اور سچے راستے کی رہنمائی کرنے والا ہو، حضور رسول ﷺ پر جس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے غور وتدبر کے لیے نازل کیا ہو، جو قرآن عام انسانوں کے لیے ان کے رب کی طرف سے نور، برہان، قلوب کی شفا، ہدایت اور رحمت ہو، اور جس کو سن کر، پڑھ کر، سمجھ کر انہیں نہ صرف اللہ کے پسندیدہ راستے کی ہدایت حاصل ہوتی ہو۔ بلکہ اس سے ہدایت ورہنمائی حاصل کرنے کا ذمہ دار بھی، اللہ کی نظر میں انسان خود ہی ہو۔

ایسی خصوصیات کا حامل قرآن، ہدایت کے طلبگار متقی مؤمنین کے لیے بدرجۂ اتم حق کی رہنمائی کرنے والا، قلوب کی شفاء اور ہدایت ورحمت ہے۔ وہ اس کو سمجھ کر، پڑھ کر اور سن کر، لازماً اور یقیناً ہدایت ورحمت سے ہمکنار ہونگے، جس میں کسی قسم کے شک وتردد کی کوئی

گنجائش ہی نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے، کیونکہ قرآن کی درج ذیل آیات اس بات کی شاہد ہیں کہ وہ مؤمنین ومتقین اور محسنین کے لیے ان کے رب کی طرف سے ہدایت ورحمت ہے۔

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سورۃ النمل:٢)

''یہ ہدایت وبشارت ہے ایمان والوں کیلئے''۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ (سورۃ البقرۃ:٢)

''ہدایت ہے متقین کے لیے''۔

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ۔ (سورۃ لقمان:٣)

''ہدایت اور رحمت ہے محسنین کے لئے''۔

ایک غلط خیال

لیکن حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ان تمام بیانات کے برعکس عام مخلص مسلمانوں میں دن بدن یہ غلط خیال عام ہوتا جا رہا ہے کہ عام مسلمانوں کو صرف قرآن کے الفاظ کی تلاوت پر اکتفاء کرنا چاہیئے، انہیں اس کو غور وتدبر سے سمجھنے اور سمجھ کر پڑھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے ورنہ وہ گمراہ ہو جائیں گے۔

اس کے عام ہونے کی وجہ!

ہماری نظر میں آج کل اس غلط خیال کے عام ہونے کی وجہ محترم شیخ الحدیث کی کتاب تبلیغی نصاب ہے، جس میں موصوف نے قرآن کے مندرجہ بالا بیانات سے متصادم، رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ایک نہایت غلط بات کو نہ صرف نقل کیا ہے، بلکہ اس غلط بات کی تائید میں، انہوں نے قرآن سے بھی نہایت غلط اور نامعقول استدلال کیا ہے۔ حق کو واضح کرنے کیلئے، رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب غلط حدیث اور محترم کے استدلال پر مختصر

گفتگو ضروری ہے۔

حضور ﷺ کی طرف غلط بات کی نسبت!

محترم لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ”مجھے اپنی امت پر سب چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے۔ (اور ان میں سے دوسری چیز یہ ہے کہ) ”قرآن شریف آپس میں اس قدر عام ہو جائے کہ ہر شخص اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے“۔ (ترغیب میں اس حدیث کو بروایت طبرانی ذکر کیا گیا ہے اور اس قسم کی روایات بکثرت حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں) (فضائل تبلیغ ص ۲۷)

حضور ﷺ پر قرآن کریم کے نزول کی ایک غرض، اس کا عام ہونا بھی ہے اور ہر شخص کو اس کی آیات میں غور و تدبر کرنا بھی ہے۔ لیکن قرآن کے مقصدِ نزول اور اس کے بیانات سے متصادم، حضور رسول ﷺ کی طرف منسوب اس حدیث کو دیکھ کر فطری طور پر پہلا سوال جو کسی شخص کے دل میں پیدا ہونا لازمی ہے، وہ یہ ہے کہ کیا حضور رسول ﷺ کی کچھ احادیث، قرآن کے خلاف بھی ہوتی تھیں؟ علماء تو درکنار کسی بھی عام مؤمن سے اگر آپ یہ سوال کریں؟ تو بلا تکلف اس کا جواب یہ ہوگا کہ نہیں، ہرگز نہیں، ناممکن ہے کہ حضور رسول ﷺ کی کوئی حدیث قرآن کے خلاف ہو۔

حیرت کی بات!

لیکن حیرت ہے کہ ایک عظیم درس گاہ کے شیخ الحدیث بھی نہ صرف حضور رسول ﷺ کی طرف منسوب ایسی غلط بات کو نقل کرتے ہیں جو قرآن کے خلاف ہے، جب کہ اس کے علم میں لازماً یہ بات ہونی چاہئے کہ قرآن کریم حضور ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین اور علماء سب بالاتفاق اس بات کے شاہد ہیں کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو وہ حضور ﷺ کی کہی

ہوئی بات ہرگز نہیں ہو سکتی۔ قرآن کی شہادت ملاحظہ ہو۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (سورۃ النجم: ۳۔۴)

”وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے“۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث جو سند کے اعتبار سے کمزور ہے، لیکن معنی و متن کے اعتبار سے قرآن کے مطابق صحیح اور درست ہے ملاحظہ ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

ما اتاكم عنى عن فاعرضوه علىٰ كتاب الله فان وافق كتاب الله فاناقلته وان خالف كتاب الله فلم اقله اناو كيف اخالف كتاب الله وبه هدا الله (بحوالہ حیات ۹/مارچ ۱۹۸۹ء) (الموافقات فی اصول الاحکام جلد ۴ ص ۱۵) (امام شاطبیؒ) ”میرے حوالے سے جو حدیث بھی تمہارے پاس آئے اسے کتاب الٰہی کی روشنی میں پرکھو، اگر وہ کتاب الٰہی کے مطابق ہو تو وہ میری بات ہوگی اور اگر اس کے خلاف ہو تو وہ میری کہی ہوئی بات نہیں ہوگی۔ آخر میں کتاب الٰہی کی مخالفت کیسے کر سکتا ہوں جب کہ اسی کے ذریعے مجھے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔“

اس مضمون کو عبداللہ بن مسعودؓ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ: ”میں کوئی بھی حدیث تم سے بیان کروں قرآن پاک میں اس کی تائید تم کو دکھلا سکتا ہوں۔“

یہی بات سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں کہ: ”مجھ تک جب بھی کوئی حدیث پہنچی ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مجھے اس کی تائید مل گئی ہے۔“

امام شافعی کا مشہور قول ہے ”ائمہ جو کچھ کہتے ہیں وہ سنت کی شرح ہے اور پوری سنت قرآن کریم کی شرح ہے“ (حیات نو فروری ۱۹۸۹ء)

امام شاطبی اس موضوع پر یوں روشنی ڈالتے ہیں کہ ”حدیث کے بارے میں یا تو یہ کہا جائے کہ وہ اللہ کی طرف سے وحی خالص تھی یا یہ کہا جائے کہ کتاب و سنت کی شکل میں

حضور ﷺ کے پاس جو وحی صحیح موجود تھی، اس کی روشنی میں وہ آپ ﷺ کے اجتہادات تھے، ان دونوں باتوں میں جو بات بھی کہی جائے، کسی بھی حالت میں حدیث، قرآن کے متناقض نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دل سے کچھ نہیں کہتے تھے آپ ﷺ جو کچھ کہتے تھے وہ وحی ہوتی تھی۔ (الموافقات جلد ۴ ص ۱۶۱۵ حیات نو ۸۹)

قرآن سے غلط استدلال!

رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب غلط حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس سے بھی زیادہ نہایت غلط بات، حدیث کے مضمون کو قرآن کے مطابق ثابت کرنے کے لیے، محترم کی قرآنی آیات کی خود ساختہ تاویل ہے۔ حدیث نقل کرنے کے بعد محترم اس کی تائید میں قرآن سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”حالانکہ اس کے معنیٰ ومطالب بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا، اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں، وہ بھی یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے (بیان القرآن) یعنی علم میں پختہ کار لوگ بھی تصدیق کے سوا آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے تو پھر عوام کو چوں وچرا (یعنی قرآن کے سمجھنے) کا کیا حق ہے“ (فضائل تبلیغ ص ۲۷)

نہایت دلچسپ اور حیرت کی بات اس مقام پر یہ ہے کہ قرآن کی وہ آیت جسے اللہ تعالیٰ نے ”قرآن میں غور وتدبر کے صحیح طریقے کی تعلیم کیلئے نازل فرمایا ہے اسی آیت کے ایک جز کو محترم نے دلیل وحجت بنا کر، یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ ”عوام کو قرآن میں چوں وچرا (سمجھنے) کا کیا حق ہے“ جب کہ صرف آیت کا ترجمہ ہی محترم کے نتیجے کے برخلاف، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عقل والوں کے سمجھنے کیلئے اللہ نے اس آیت میں جو بات سمجھائی ہے اس کو نہ صرف انہیں اچھی طرح سمجھنا چاہیے بلکہ رہنما اصول کے طور پر، قرآن کو سمجھنے کیلئے

اس کو بروقت اپنے سامنے رکھنا چاہئے، شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب نے آیت کا جو ترجمہ کیا ہے ملاحظہ ہو۔

قرآن سے حصول ہدایت کے لئے اللہ کی رہنمائی

”وہی ہے جس نے اُتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی ان کے معنی واضح ہیں وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جن کے معنی معلوم یا معین نہیں! سو جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی، گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے۔ اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے“۔ (آل عمران:۷)

اہل ایمان قرآن کی کن آیات کو غور وتدبر کا مرکز بنائیں!

آیت کے ترجمے سے جو باتیں عقل والوں کے سمجھنے کیلئے واضح ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں کہ قرآن کی آیات محکمات جو کتاب کی جڑ اور اصل کتاب کا درجہ رکھتی ہیں، جن کے معنی واضح ہیں، جن میں کتاب کے نزول کی غرض کو بیان کرنے والی آیات ہیں، جن میں دین کے بنیادی اصول، عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور امر ونہی کے احکام بیان ہوئے ہیں، عقل والوں کو قرآن سے حصول ہدایت کیلئے ان ہی آیات کو پوری توجہ کے ساتھ غور وتدبر کا مرکز بنانا چاہیے۔ علم میں پختہ لوگ آیات متشابہات کو غور وفکر کا مرکز نہیں بناتے اور ان کا وہی مفہوم ومعنی صحیح اور معتبر سمجھتے ہیں جو آیات محکمات کے مطابق ہوں، کیونکہ یہ دونوں آیات اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی ہیں جن میں تضاد کا نہ صرف یہ کہ کوئی امکان نہیں ہے، بلکہ دونوں

لازماً ایک دوسرے کی تصدیق بھی کرنے والی ہیں نہ کہ تکذیب!

کونسی آیات غور وتدبر کے لئے نہیں ہیں!

قرآن کی آیات متشابہات! جن کے معنی معلوم ومعین نہیں ہیں جن میں ذات باری تعالیٰ عرش، کرسی ، فرشتے ،جنت اوردوزخ وغیرہ سے متعلق غیب کی باتوں کو انسانی الفاظ اوراصطلاحوں میں بیان کیا گیا ہے، جن کے نزول کی غرض ہی صرف ان کا اجمالی علم ،ان پر ایمان اورتصدیق ہے، جن کی اصل حقیقت کو اللہ کے علاوہ اورکوئی نہیں جانتا، اس لئے عقل والوں کو ان آیات کے معنی ومفہوم کو آیات محکمات کے تابع رکھنا چاہئے ،اوران کا جو حصہ ان کی سمجھ میں نہ آئے اسے اللہ کے حوالے کرکے، ان پر صرف ایمان رکھنا چاہئے ۔ کیونکہ متشابہات سے محکمات کے خلاف دلیل وحجت لانا گناہ وضلالت ہے، لہٰذا عقل والوں کو ان لوگوں کی روش وطریقہ سے بچنا چاہئے جو اپنے دل کی کجی کی وجہ سے ہروقت آیات متشابہات کے معنی ومفہوم کے تعین کی لاحاصل کوشش میں سرگرم رہتے ہیں۔اورفتنہ پیدا کرنے کی غرض سے ان کو خودساختہ معنی بھی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔

آیات متشابہات، محکمات کے تابع ہیں!

اس لئے جو آیات متشابہات کے معنی ،مطلب کے تعین میں آیات محکمات سے مدد لے گا اوران کو محکمات کے تابع رکھے گا، اسے قرآن سے ہدایت ملے گی ، اورجو اس کے برعکس، محکمات کو متشابہات کے تابع کردے گا وہ گمراہ ہوجائے گا۔قرآنی آیات کی حیثیت اوران میں غور وتدبر کے تعلق سے آیت کے ذیل میں یہی وہ رہنمائی ہے، جس پر نبی کریم ﷺ کی درج ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

قرآن میں غور وتدبر کیلئے حضور ﷺ کی رہنمائی!

حضور ﷺ نے فرمایا: **ان القرآن لم ینزل لیکذب بعضه بعضاً فماعرفتم منه فاعملوا به وماتشابه منه فامنوا به** (تفسیر ابن کثیر)

”یہ حقیقت ہے کہ قرآن کا ایک حصہ، دوسرے حصے کی تکذیب یا تردید کیلئے نہیں نازل ہوا ہے۔اس لئے قرآن کی جن آیات اوران کے احکام کو تم اچھی طرح جان اورسمجھ لو، ان پر عمل کرو، اورجن کے مفہوم تم پر واضح نہ ہوں، اس پر ایمان لاؤ۔“

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

نزل القرآن علی سبعة احرفٍ والمراء فی القران کفر قالها ثلاثاماعرفتم منه فاعملو ابه وما جهلتم منه فردوه الی عالمه عزوجل (ابویعلیٰ موصلی فی مسنده)

”قرآن سات طور پر نازل ہوا ہے اورقرآن کی ایک آیت سے دوسری آیت کے خلاف استدلال کرنا کفر ہے۔ یہ تاکید آپ ﷺ نے تین بار دہرائی ، لہٰذا جن احکام وآیات کو تم اچھی طرح جان اورسمجھ لو اس پر عمل کرو اورجن کو نہ سمجھ سکو انہیں اس کے جاننے والے اللہ عزوجل کی طرف لوٹا دو۔“

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: **نزل القران علی خمسة اوجهٍ حلالٍ وحرامٍ ومحکمٍ ومتشابهٍ وامثالٍ فاحلوا الحلال وحرموا لحرام واعملوا بالمحکم وامنو بالمتشابه واعتبروا بالامثال۔(مشکوٰۃ)**

”قرآن مجید میں پانچ طرح کی چیزیں ہیں، حلال، حرام، محکم، متشابہ اورامثال، پس حلال کو حلال سمجھو، حرام کو حرام جانو، محکم پر عمل کرو، اور متشابہ پر ایمان رکھو، اورامثال سے

عبرت ونصیحت حاصل کرو‘‘۔

نبی کریم ﷺ نے کچھ لوگوں کو باہم بحث مجادلہ کے دوران قرآن کی ایک آیت سے دوسری آیت کے خلاف استدلال کرتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

انماھلک من کان قبلکم بھذا ضربوا کتاب اللّٰہ بعضہ ببعض وانماانزل کتاب اللہ لیصدق بعضہ بعضاً فلاتکذبوا بعضہ ببعضٍ فماعلمتم منہ فقولوا بہ وماجھلتم فکلوہ الی عالمہ ۔(مسند احمد)

’’اللہ کی کتاب کے ایک حصے سے دوسرے حصے کے خلاف استدلال کی وجہ سے ہی تم سے پہلے کے لوگ ہلاک ہوچکے ہیں، حقیقت میں اللہ کی کتاب کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تصدیق کیلئے نازل کیا گیا ہے اس لئے تم ایک حصے سے دوسرے حصے کی تکذیب نہ کرو۔ اللہ کی کتاب کے جس حصے کو سمجھ لو اس کو بیان کرو، اور جس کو نہ سمجھ سکو اس کو اللہ کے سپرد کردو۔‘‘

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کے تحت جو وضاحت کی ہے ملاحظہ ہو۔

’’اللہ نے خبر دی ہے کہ قرآن کی آیاتِ محکمات کتاب کی جڑ اور اصل ہیں ۔یعنی معنی ومفہوم میں روشن ،دلالت میں واضح جس کے سمجھنے میں کسی کو کوئی اشکال نہیں ہوسکتا۔اور دوسری متشابہات ہیں جو دلالت میں غیر واضح وذو معنی ، اس لئے جس نے متشابہات کو محکمات کے معنی ومفہوم کے تابع کیا وہ ہدایت سے فیض یاب ہوا، اور جس نے اس کے برعکس عمل کیا وہ ضلالت سے دوچار، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیات محکمات کو کتاب کی جڑ اور اصل کہا ہے ۔یعنی وہ آیات جن کی طرف متشابہات کے حقیقی مدعا کو سمجھنے کیلئے رجوع کیا جائے۔‘‘ (مختصر تفسیر ابن کثیر از محمد علی صابونی)

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت پر جو حاشیہ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

(قرآن میں پہلی قسم کی) آیات کو محکمات کہتے ہیں اور فی الحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات

کی جڑ اور اصل اصول یہی آیات ہیں ۔دوسری قسم کی آیات متشابہات کہلاتی ہیں، یعنی جن کی مراد معلوم ومتعین کرنے میں کچھ اشتباہ والتباس واقع ہوجائے ۔صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس دوسری قسم کی آیات کو پہلی قسم کی طرف راجع کرکے دیکھنا چاہئے، جو معنی اس کے خلاف پڑیں ان کی قطعاً نفی کی جائے اور متکلم کی مراد وہ سمجھی جائے جو آیات محکمات کے مخالف نہ ہو، اگر باوجود اجتہاد وسعی بلیغ کے متکلم کی مراد پوری پوری تعیین نہ کرسکیں تو دعوائے ہمہ دانی کرکے ہم کو حد سے گذرنا نہیں چاہئے، جہاں قلت علم اور قصور واستعداد کی وجہ سے بہت سے حقائق پر ہم دسترس نہیں پاسکتے، اس کو بھی اسی فہرست میں شامل کرلیں، مگر ایسی تاویلات اور ہیر پھیر نہ کریں جو مذہب کے اصول مسلمہ ومحکمہ کے خلاف ہوں ۔۔۔جو لوگ مضبوط علم رکھتے ہیں وہ محکمات اور متشابہات سب کو حق جانتے ہیں ۔انہیں یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیات ایک ہی سرچشمہ سے آئی ہیں، جن میں تناقض، وتہافت کا امکان نہیں۔اسی لئے وہ متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹا کر مطلب سمجھتے ہیں اور جو حصہ ان کے دائرہ فہم سے باہر ہوتا ہے اسے اللہ پر چھوڑتے ہیں کہ وہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے۔‘‘

قرآن میں غور وتدبر اور اس کو سمجھنے کی یہ وہ صحیح رہنمائی ہے جو سورۂ آل عمران آیت ۷ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دی ہے۔لیکن یہ بات ہر شخص دیکھ اور سمجھ سکتا ہے کہ محترم نے اللہ ورسول کی ہدایت کے بالکل برعکس، آیات محکمات کو نہ صرف اصل اور بنیاد نہیں بنایا ہے اور نہ ہی متشابہات کو آیات محکمات کے تابع کیا ہے، بلکہ محکمات کے معنی ومفہوم کے مقابلے میں آیات متشابہات کو اصل حجت اور دلیل بنا کر یہ ثابت کیا ہے کہ (عوام کو قرآن میں چوں وچرا کا کیا حق ہے) جب کہ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب، اصول بیان کرتے ہیں کہ علم میں پختہ لوگ متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹا کر ان کا مطلب سمجھتے ہیں۔اور ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص متشابہات کو محکمات کے مفہوم ومعنی کے تابع نہ کرے وہ گمراہی سے دوچار ہوا، یہ بھی

واضح ہے کہ حضورؐ نے متشابہات پر صرف ایمان لانے کا حکم دیا ہے اس لیے عمل کے لیے (یعنی قرآن کو سمجھ کر نہ پڑھنے کے لیے) متشابہات سے دلیل لانا ناجائز اور غلط ہے۔

اللہ کے نزدیک قرآن میں غور وتدبر اور اس کو سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت کیا ہے؟

اللہ کے نزدیک قرآن میں غور وتدبر اور اس کو سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے قرآن میں غور وتدبر کی صحیح تعلیم پر ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ اسی غرض اور مقصد کیلئے قرآن کو (ترتیل) ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم بھی دیا، اور ساتھ ہی اس کو غور و تدبر سے سننے اور اس کی آیات (حجتوں دلیلوں) میں تدبر وتفکر کو مخلص مؤمنین کی لازمی صفت بتلاتے ہوئے غور وتدبر سے خالی، اندھے اور بہرے کی طرح، اس کو سننے اور پڑھنے کو کافرانہ ومنافقانہ عمل کے مشابہ بھی قرار دیا۔

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً ۔ (سورۂ مزمل: ۴)

’’اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو!‘‘

عبداللہ بن مسعودؓ اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ:

لاتنثروه نثر الرمل ، ولاتهذوا هذء الشعر.

’’اس کو (قرآن کے الفاظ کو) ریت کی طرح نہ بکھیرو، اور نہ ہی تیزی سے بال کاٹنے کی طرح اس کو کاٹو‘‘۔ (ابن کثیر)

ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ’’یعنی قرآن کی تلاوت اطمینان کے ساتھ کرو، کیونکہ ایسی تلاوت قرآن کے سمجھنے میں معاون ومددگار رہوتی ہے۔‘‘

شاہ عبدالعزیز دہلوی اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں: ’’ترتیل لغت میں صاف

اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں پھر ترتیل کے سات آداب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے اور مقصود ان سب (آداب) سے صرف ایک ہے یعنی کلام کا فہم وتدبر‘‘۔

مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں: ’’یعنی تہجد میں قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کہ ایک ایک حرف صاف سمجھ میں آئے، اس طرح پڑھنے سے فہم وتدبر میں مدد ملتی ہے اور دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے اور ذوق وشوق بھی بڑھتا ہے‘‘۔

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: ’’تلاوت قرآن کا یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ہے اور یہی حضورؐ سے ماثور اور منقول بھی ہے۔قرآن کے مقصد نزول کے پہلو سے بھی یہی طریقہ نافع ہوسکتا ہے۔لیکن مسلمانوں میں یہ طریقہ صرف اس وقت تک باقی رہا جب تک وہ قرآن کو فکر وتدبر کی چیز اور زندگی کی رہنما کتاب سمجھتے رہے، بعد میں جب قرآن صرف حصول ثواب اور ایصال ثواب کی چیز بن کر رہ گیا تو یہ اس طرح پڑھا جانے لگا جس کا مظاہرہ ہمارے حفاظ کرام تراویح اور شبینوں میں کرتے ہیں‘‘۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: ’’یعنی تیز تیز رواں دواں نہ پڑھو، بلکہ آہستہ آہستہ ایک ایک لفظ زبان سے ادا کرو اور ایک ایک آیت پر ٹھہرو، تاکہ ذہن پوری طرح کلام الٰہی کے مفہوم ومدعا کو سمجھے اور اس کے مضامین سے متاثر ہو‘‘

امام نوویؒ تلاوت قرآن کے مسائل وآداب کے تحت لکھتے ہیں: ’’اخلاص نیت کے ساتھ صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لئے تلاوت کرنی چاہئے۔اور تلاوت کے وقت ذہن میں یہ بات تازہ رہنی چاہئے کہ وہ اللہ سے سرگوشی کررہا ہے، اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر وہ اللہ کو نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تو اس کو دیکھ ہی رہا ہے۔قاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کی تلاوت پورے تدبر، کامل خشوع وخضوع کے ساتھ کرے، کیونکہ یہی تلاوت قرآن کا

مقصود ہے اور ایسی ہی تلاوت سے قلب میں نور اور شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔جس کے دلائل بے شمار ہیں جن کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''(الاذکار۔۸۶)

قرآن میں غور وتدبر مؤمن کی لازمی صفت!

قرآن اور اس کی آیات میں غور وتدبر کو اہل ایمان کی لازمی صفت قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اِذَاذُکِّرُوْابِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَاصُمًّاوَّعُمْیَانًا۔

''اور وہ (مؤمن) لوگ جب ان کو سمجھائیں ان کے رب کی باتیں (قرآن) نہ پڑھیں ان پر بہرے اور اندھے ہوکر۔'' (سورۃ الفرقان:۷۳)

حضرت قتادہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:'' مؤمن کے کان قرآن کی آواز کے لئے بند نہیں ہوتے،اور نہ ہی وہ اس کے ساتھ اندھوں کا سا معاملہ کرتے ہیں بلکہ وہ ایسا گروہ ہیں جو قرآن کو سمجھنے کیلئے فکروتدبر سے کام لیتے ہیں۔''(تفسیر ابن کثیر)

حضرت مجاہد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:'' کچھ لوگ قرآن میں نہ تو تدبر ہی کرتے ہیں اور نہ اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں،جبکہ حقیقی مؤمن کی صفت اللہ تعالیٰ یہ بیان کرتا ہے کہ وہ قرآن کو نہایت غور سے سنتے اور اس میں فکروتدبر کرتے اور اس سے عبرت وہدایت حاصل کرتے ہیں۔''(تفسیر ابن کثیر)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:'' کتنے لوگ ایسے ہیں جو قرآن کو اندھے اور بہرے کی طرح پڑھتے ہیں جبکہ اس کے بالمقابل مؤمنین کی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ قرآن کو سمجھنے کیلئے انتہائی غور وتدبر سے کام لیتے ہیں۔''

امام طبری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:''(مؤمنین کی صفت یہ ہوتی ہے کہ) جب کوئی

سمجھانے والا اللہ کی حجتوں کے ذریعہ انہیں سمجھاتا ہے تو وہ لوگ اندھے اور بہرے کی طرح ان (دلائل) پر نہیں گرتے، بلکہ جو کچھ سمجھایا جاتا ہے اس کو غور وتدبر سے سنتے ہیں، اور اس کی موعظت ونصیحت سے سمجھنے میں مدد حاصل کرتے ہیں۔''

مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے اس آیت پر یہ حاشیہ لکھا ہے''یعنی نہایت فکر وتدبر اور دھیان سے سنیں اور سن کر متاثر ہوں، مشرکین کی طرح پتھر کی مورتی نہ بن جائیں۔''

سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں:'' مؤمن کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان کو کوئی بات سمجھائی جائے تو وہ کوشش کرکے اسے فوراً سمجھ لیں، اور نصیحت کی جائے تو متاثر ہوں اور اللہ کی آیات کیلئے ان کے دل کے دریچے کھلے ہوئے ہوں اور فہم وبصیرت کے ساتھ وہ ان کا استقبال کرتے ہوں''۔(فی ظلال القرآن)

کفار ومنافقین کو بھی قرآن میں غور وتدبر سے ہدایت ملتی ہے!

قرآن میں غور وتدبر سے صرف اہل ایمان ہی کو ہدایت نہیں حاصل ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے کہ کفار ومنافقین کی گمراہی کے مختلف اسباب میں سے ایک اہم سبب ان کا قرآن میں غور وتدبر کا نہ کرنا بھی ہے۔وہ بھی اگر قرآن میں غور وتدبر کرتے تو ضرور ان پر راہ حق وہدایت واضح ہوجاتی، لیکن یہ ان کے دلوں کا قفل ہے جو ان کو قرآن میں فکر اور تدبر کی توفیق سے محروم رکھے ہوئے ہے۔

اَفَلَایَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِغَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْافِیْهِ اخْتِلَافًاکَثِیْرًا۔

(سورۃ النساء:۸۲)

''کیا یہ لوگ قرآن میں غور وتدبر نہیں کرتے؟اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔''

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۔ (سورہ محمد: ۲۴)

"کیاان لوگوں نے قرآن پرغوروتدبرنہیں کیا، یاان کے دلوں پرقفل چڑھے ہوئے ہیں۔"

امام طبریؒ نے ان دونوں آیتوں پر یہ نوٹ لکھا ہے"یعنی اگروہ (منافقین) قرآن میں غوروتدبر کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ اس کے مضامین میں کوئی باہمی تضاد یا اختلاف نہیں ہے اور اللہ نے ان کے قلوب پر قفل لگا دئے ہیں، کیونکہ یہ قرآن اور اسکی آیات میں موجودہ موعظت اور عبرت کی باتوں کو سمجھنے کیلئے غوروتدبر نہیں کرتے۔"

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: "یعنی اللہ نے ان (منافقین) کو قرآن کے بلیغ الفاظ اور آیات محکمات کے معنی میں غوروتدبر کا حکم دیا اور فہم وتدبر سے اعراض کو منع فرمایا، یہ بتاتے ہوئے کہ اس میں کوئی اختلاف اور تعارض نہیں ہے کیونکہ یہ حکیم وحمید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے"۔ (تفسیر ابن کثیر)

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس آیت پر یہ حاشیہ لکھا ہے"منافقین کے اس شبہے کا کہ کیسے معلوم ہو کہ قرآن خدا کا کلام ہے، حق تعالیٰ اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ یہ قرآن میں غوروتدبر نہیں کرتے، جس سے صاف معلوم ہوجاتا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اس میں اس (بات) کی طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ جو تدبر وفہم سے کام نہ لے وہ قرآن میں شبہات اور اختلاف کا وہم چلاسکتا ہے مگر فہیم ایسا نہیں کرسکتا۔"

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: "دلوں کو زندہ کرنے والی چیز قرآن ہے بشرطیکہ یہ (منافق) اس پر تدبر کرتے، لیکن یہ ناقدرے لوگ کبھی اس پر غور نہیں کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دلوں کو جو زنگ لگتے ہیں وہ اس طرح ان کے دلوں پر چڑھ گئے ہیں کہ جس طرح قفل سے دروازے بند ہوجاتے ہیں، اسی طرح ان کے دل بھی اس زنگ سے بند ہوچکے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ کے نزدیک قرآن میں غوروتدبر کی اہمیت!

قرآن میں غوروتدبر کا مقام اور اہمیت حضور ﷺ کے نزدیک اس قدر ہے کہ آپ ﷺ کفارِ مکہ کی گمراہی وضلالت کا سبب، ان کے ترک قرآن کے رویے کو قرار دیتے ہیں اور اللہ کے حضور، دعوتِ حق کی اشاعت کیلئے اپنی انتہائی جدوجہد کی صفائی پیش کرتے ہوئے، عرض کرتے ہیں کہ اے میرے رب! میں مجبور ہوں، بے بس ہوں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں، کیسے اپنی قوم کو سمجھاؤں کیونکہ میری قوم نہ تو توجہ سے قرآن کو سنتی ہے اور نہ ہی اس میں غوروتدبر کیلئے آمادہ ہوتی ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ (سورۃ الفرقان: ۳۰)

"اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا! اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو ہنسی ومذاق بنالیا ہے۔"

سید قطب شہیدؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ کفار مکہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست دینے کیلئے قرآن سے ترکِ تعلق کا فیصلہ کرلیا، جسے اللہ نے حضور ﷺ پر اس لئے نازل کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ ان کو بصیرت اور آگاہی کی تعلیم دیں، لیکن اب جبکہ وہ قرآن کو توجہ سے سننے اور اس میں غوروتدبر کیلئے تیار نہیں تو حق کے ادراک اور ہدایت کے حصول کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے! کیونکہ قرآن سے ترک تعلق کی وجہ سے ان کی سماعت وبصارت اور ان کے قلوب مُردہ ہوچکے ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے یہ حاشیہ لکھا ہے یعنی ضدی معاندین نے جب کسی نصیحت پر کان نہ دھرا، تب پیغمبر ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں شکایت کی کہ" خداوندا! میری

قوم نہیں سنتی، انہوں نے قرآن جیسی عظیم الشان کتاب کو (العیاذ باللہ) بکواس قرار دیا ہے۔ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خوب شور مچاتے ہیں اور بک بک جھک جھک کرتے ہیں، تا کہ کوئی شخص سن اور سمجھ نہ سکے، اس طرح ان اشقیاء نے قرآن جیسی قابل قدر کتاب کو بالکل متروک ومہجور بنا کر چھوڑا ہے''۔(تنبیہ) آیت میں اگر چہ مذکور صرف کافروں کا ہے تاہم (مؤمنین کا) قرآن کی تصدیق نہ کرنا، اس میں تدبر نہ کرنا، اس پر عمل نہ کرنا، اس سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کے طرف متوجہ رہنا، یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ترکِ قرآن کے تحت داخل ہوسکتی ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جناب رسالت مآب ﷺ قیامت کے دن خدا سے شکایت کریں گے کہ میرے پروردگار! میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا، چھوڑ دینے کی کئی صورتیں ہیں، اس کو نہ ماننا اور اس پر ایمان نہ لانا بھی چھوڑ دینا ہے اور اس کے اوامر کا بجانہ لانا بھی چھوڑ دینا ہے، افسوس ہے کہ آج کل کے مسلمان قرآن کی طرف سے نہایت غافل ہو رہے ہیں، اس کے پڑھنے، سوچنے، دیکھنے اور ہدایت سے مستفید ہونے کی طرف توجہ نہیں کرتے، اور یہ کھلم کھلا ترک قرآن پاک ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو اس کی طرف راغب اور اس کی تاویلات میں شامل ہونے کی توفیق بخشے تا کہ وہ اس پر عمل کریں اور فلاح کونین حاصل ہو۔

حضور ﷺ کے نزدیک قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت کیا ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روزانہ ایک قرآن ختم کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ان کو بلوا کر ان سے پوچھا؟

''کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم روزانہ ایک قرآن ختم کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! اے اللہ کے رسول ﷺ اور میں خیر کی نیت وارادے سے پڑھتا ہوں، آپ ﷺ

نے حکم دیا کہ ایک ماہ میں پورا قرآن ختم کرو، انہوں نے درخواست کی کہ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا بیس دن میں۔لیکن وہ بار بار ختم قرآن کی مدت کم کرنے کی درخواست کرتے رہے، اور آپ ﷺ ختم قرآن کی مدت میں کمی کرتے رہے یہاں تک کہ تین دن میں ایک قرآن ختم کرنے کی آخری اجازت دینے کے بعد فرمایا!

لم یفقه من قرأالقرآن فی اقل من ثلاث۔ (سنن ابی داود،نسائی، ترمذی باسناد صحیح)

''جس نے تین دن سے کم مدت میں ایک قرآن ختم کیا، اس نے قرآن کو نہیں سمجھا۔''

تلاوتِ قرآن کے آداب وحدود کو متعین کرنے والی اس ہدایت کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کو تین دن سے کم وقت میں پورا قرآن ختم کرنے سے منع بھی فرمادیا۔

ونهاه ان یقرا فی اقل من ذلک (الدارمی، سید بن منصور فی سننہ) (بحوالہ صلاۃ النبی، ناصر الدین البانی)

''اور ان کو تین دن سے کم وقت میں پورا قرآن ختم کرنے سے روک دیا''

صحابہ کے سابقہ معمول سے غلط استدلال!

لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ چند صحابہ کے، تلاوت قرآن کے جس معمول کو حضور ﷺ نے ناپسند فرمایا، جس کے ترک کرنے کا حکم دیا، صحابہ کے اسی ممنوع اور متروک معمول کو دلیل وحجت بنا کر محترم نے نبی کریم ﷺ کی اسی حدیث کو عملاً منسوخ اور متروک بنا دیا، جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کی تعلیم کیلئے، پسندیدہ تلاوتِ قرآن کے آداب، حدود اور مقاصد بیان فرمائے تھے، اور اس کے بالمقابل روزانہ ایک قرآن سے لے کر آٹھ قرآن کی ممنوع،

حرام اور ناممکن تلاوت قرآن کا یہ کہہ کہ جواز بھی ثابت کردیا کہ ’’بندہ کے نزدیک یہ حدیث شریف باعتبار اکثر افراد کے ہے اس لئے ’’صحابہ کی ایک جماعت سے اس سے کم (وقت) میں بھی پڑھنا ثابت ہے‘‘۔(فضائل قرآن ص ۴۴)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صحابہ میں سے بعض لوگ، آپ ﷺ کی ممانعت اور مخالفت کے باوجود ساری رات عبادت میں گذارتے اور روزانہ ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے؟ یا آپ ﷺ کی حیات کے بعد انہوں نے نفلی عبادت میں غلو وتشدد کے انہیں ممنوع طریقوں وشکلوں کو دوبارہ پھر سے زندہ اور اختیار کرلیا تھا جن سے حضور ﷺ نے ان کو منع فرمایا تھا؟

ایک عام مؤمن کے نزدیک، ان دونوں سوالوں کا جواب اس بات کے علاوہ اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ نہیں، ہرگز نہیں آپ ﷺ کے حکم ومنشاء کو جاننے کے بعد بعض صحابہ اس کی خلاف ورزی کریں، جس طرح آگ و پانی اور حق و باطل ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے اسی طرح، صحابہ اور آپ ﷺ کی مخالفت، دونوں کا ایک ساتھ جمع ہونا ناممکن ہے۔

لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک عظیم درس گاہ کے شیخ الحدیث، صحابہ کے مبالغہ آمیز نفلی اعمال، اور حضور ﷺ کی ممانعت وناپسندیدگی ان دونوں باتوں سے واقف ہونے کے باوجود تبلیغی نصاب میں، بعض صحابہ کی انہی مبالغہ آمیز نفلی عبادت کا تذکرہ، بار بار متعدد مقامات پر کرتے ہیں کہ فلاں اور فلاں صحابی روزانہ ساری رات نماز پڑھتے اور نماز میں روزانہ ایک قرآن بھی ختم کرتے تھے۔

لیکن قارئین تبلیغی نصاب کو یہ نہیں بتاتے کہ نبی کریمؐ نے بعض صحابہ کی ان مبالغہ آمیز نفلی عبادت کو نہ صرف یہ کہ پسند نہیں فرمایا ہے، بلکہ ان کو سخت انداز میں اس پر ٹوکا اور منع فرمایا۔ صرف ایک مقام پر حضورؐ کی اس حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا اس نے اس کو نہیں سمجھا۔(حدیث)

لیکن اس حدیث سے جس سے یہ واضح ہوتا تھا کہ حضورؐ نے روزانہ ختم قرآن کو پسند نہیں فرمایا ہے اس کو بیان کرنے کے بعد، محترم نے اس حدیث کے خلاف، بعض صحابہ کے روزانہ ختم قرآن کے اسی ناپسندیدہ اور ممنوع عمل کو جس سے حضورؐ نے ان کو روکا اور منع فرمایا تھا یہ دلیل دیتے ہیں کہ ’’بندہ کے نزدیک یہ حدیث شریف باعتبار اکثر افراد کے ہے اس لئے کہ صحابہ کی ایک جماعت سے اس سے کم میں بھی پڑھنا ثابت ہے‘‘۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بعض صحابہ حضور ﷺ کی ہدایت اور منشاء کے خلاف اور ممانعت کے بعد بھی (نعوذ باللہ) روزانہ ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے، جو دین میں صحابہ کی عظمت اور ان کے مقام سے فروتر بات ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو تین دن سے کم وقت میں ایک قرآن ختم کرنے سے روکنے کے لئے ہی ان کو یہ ہدایت دی تھی اور اس ہدایت کے بعد ان کو صراحتاً منع بھی فرمایا تھا۔

حضور ﷺ نے جن عبادات سے منع کیا ہو،
وہ عبادت نہیں ضلالت ہے!

مندرجہ بالا حقیقت کے علاوہ ایک دوسری حقیقت سے بھی محترم، یقیناً اچھی طرح واقف تھے کہ صحابہ کرام کو اللہ نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ لوگ اللہ سے راضی) کی سند عطا فرمائی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اللہ ورسول ﷺ کے ہر حکم وفیصلے پر راضی، اور عمل پیرا تھے، اور اللہ تعالیٰ ان کے ہر فعل وعمل سے راضی وخوش۔ دوسرے صحابہ کرام، حضور ﷺ کے کسی حکم اور منشاء کو جاننے اور سمجھنے کے باوجود، اُس کی ادنیٰ خلاف ورزی کریں، ایسا سوچنا بھی گناہ ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ کے حکم اور منشاء پر دلالت کرنے والے، بعض صحابہ کے معمولات، حضور ﷺ کی ممانعت

سے پہلے کے معمولات تھے، جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں، جس میں امت کیلئے کوئی حجت اور دلیل کی بات نہیں ہے۔ مزید یہ کہ نبی کریم ﷺ نے جن عبادات سے منع کر دیا ہو تو وہ عبادات آپ ﷺ کی ممانعت کے بعد، محمود کے بجائے مردود، سنت و ہدایت کے بجائے، بدعت وضلالت ہو کر، عبادات کے دائرے سے خارج ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کسی بھی شخص کا ایسی کسی ممنوع عبادات کو عبادت سمجھ کر خود عمل کرنا اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین ونصیحت کرنا بدعت کی تبلیغ اور اس پر عمل کرنے کے مترادف اور ہم معنی ہے، جسے امام شاطبی رحمۃ اللہ اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

فکل عبادة نهی عنها فلیست بعبادہ اذلو کانت عبادة لم ینه عنه فالعامل بهاعامل بغیر مشروعٍ فاذا اعتقد فیها التعبد مع هذا النهی کان مبتدعًابها۔ (الاعتصام : جلد ۲ ص ۲۹)

"پس ہر وہ عبادت جس سے حضور ﷺ نے روکا اور منع کیا ہے عبادت ہی نہیں ہے۔ اگر وہ عبادت ہوتی تو آپ ﷺ اس سے نہ روکتے، اس لئے ایسی ممنوع عبادت کا عامل، غیر شرعی عبادت کا عامل ہے اور حضور ﷺ کی ممانعت کے باوجود اگر وہ اسے عبادت سمجھتا ہے تو اس کا ایجاد کرنے والا (بدعتی) ہے۔"

عبادات میں حضور ﷺ کی نصیحت کو نہ ماننا اپنی رائے کی اتباع کے مانند ہے!

حضور ﷺ کی نصیحت اور ہدایت کے مقابلے میں، اپنے اجتہاد سے فضول اعمال کی مشقت میں، خود کو مبتلا کرنے والے، اپنی رائے و پسند کی اتباع کرنے والے ہیں جس کی وضاحت امام شاطبی رحمۃ اللہ یوں کرتے ہیں:۔

فلما تکلف المکلف علی اجتهاد ہ دون نصیحة الناصح الاعرف بعوارض النفوس صار کا المتبع لرایه مع وجود النص وان کان بتاویل۔ (الاعتصام جلد ۱ ص ۲۶۱)

"نفس کے کسی عارضے کے وجہ سے، انتہائی باخبر اور علم والے ناصح کی نصیحت کے علی الرغم، نص کی موجودگی میں، اپنے اجتہاد سے خود کو لایعنی اعمال کی مشقت میں مبتلا کرنے والا شخص، اپنی رائے و پسند کی اتباع کرنے والے کے مانند ہے چاہے وہ ایسا تاویل کی وجہ سے کرے۔"

نفلی عبادات کیونکر بدعت بن جاتی ہیں!

نفلی عبادات میں حضور ﷺ کی متعین کردہ حد سے تجاوز کی وجہ سے اس سے اہم فرائض، حقوق اور سنتوں کی ادائیگی میں اگر خلل اور حرج واقع ہوتا ہے، تو ایسی ہر نفلی عبادت بدعت مذمومہ ہے، جس پر امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

ان الشارع طالبه برفع الحرج وهو یطالب نفسه بوضعه واد خاله علی نفسه وتکلیفها مالا یستطاع مع زیادة الاخلال بکثیر من الواجبات والسنن التی هی اولیٰ مما دخل فیه ومعلوم ان هذه بدعته مذمومة۔ (الاعتصام جلد ۱ ص ۲۶۳)

"خدا اور اس کا رسول تو اس کو مشقت اور حرج سے بچانا چاہتے ہیں اور وہ خود پر نفلی عبادتوں کی مشقتوں کا ایسا بوجھ ڈالتا ہے جس کو نبھانے اور برداشت کرنے کی استطاعت ہی اسے حاصل نہیں ہے۔ اور جن کی وجہ سے بہت سے اہم فرائض وسنتوں کی ادائیگی میں خلل بھی واقع ہوتا ہے جن کا ادا کرنا ان (نوافل) سے زیادہ ضروری ہے اور معلوم ہونا چاہئے کہ مذموم بدعت یہی ہے۔"

سنت امت پر حجت ہے جب کہ ساری امت کا عمل سنت پر حجت نہیں

کسی مرتبے کے کسی بزرگ کی کسی بھی عبادت یا عمل کی تقلید واتباع کرنے کیلئے لازمی و ضروری بات عامل کیلئے یہ ہے کہ اس عبادت یا عمل کے مقبول وپسندیدہ ہونے پر دلالت کرنے والی کوئی نص یا اصل شریعت میں موجود ہو، اس لئے جس عبادت یا عمل کی اصل یا نص شریعت میں نہ ہو تو اس پر عمل غلط اور بدعت ہے اس نکتے پر امام شاطبی رحمۃ اللہ یہ لکھتے ہیں:۔

وان لم يكن له اصل في الشريعته فلاعمل عليه لان السنة حجة علىٰ جميع الامة وليس احد من الامة حجة علىٰ السنة معصومة عن الخطاء وصاحبها معصوم وسائر الامة لم تثبت لهم عصمة۔ (الاعتصام جلد ۱ ص ۱۷۱)

وان كان ماجاء به صاحب الوجد والذوق من الاحوال والعلوم، فليعرض على الكتاب والسنة فا ن قبلاه، صح والالم يصح فكذلك مارسموه من الاعمال واوجه المجاهدات وانواع الالتزامات ۔

(الاعتصام جلد ۱ ص ۱۷۲)

''اور اگر کسی عمل یا عبادت کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے تو اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ سنت تمام امت پر حجت ہے اور امت کا کوئی بھی شخص (اعلیٰ یا ادنیٰ) معصوم عن الخطاء اور سنت پر حجت نہیں ہے، اور اس کے مقابلے میں، صاحب سنت (نبی ﷺ) معصوم ہیں اور ساری امت کیلئے عصمت ثابت نہیں ہے ۔۔۔''اور اسی طرح ''جو احوال، علوم، اعمال، مجاہدات اور التزامات کو وجد اور ذوق کے عامل، بزرگوں نے دین ونفلی عبادات کا جز بنا دیا ہے، انہیں کتاب وسنت کی کسوٹی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ پس اگر وہ قرآن وسنت

کے مطابق ہیں تو صحیح ہیں اور اگر کتاب وسنت کے خلاف ہیں تو غلط۔''

بعض صحابہ کا عمل کیوں حجت ودلیل نہیں ہے

مندرجہ بالا دلائل اور بحث سے دو باتیں بالکل دوٹوک انداز میں واضح ہوجاتی ہیں۔

ایک یہ کہ نفلی عبادات میں بعض صحابہ کے ان معمولات سے، جن سے حضور ﷺ نے ان کو روک دیا تھا، بعد کے زمانوں میں امت کیلئے کوئی حجت اور دلیل لانا انتہائی غلط اور نامناسب بات ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی ممانعت کی وجہ سے صحابہ کے وہ معمولات عبادت کے دائرے سے خارج ہوگئے ہیں۔

صحابہ کے علاوہ غیر مسنون وممنوع تلاوت قرآن کی دلیل میں محترم نے جن بزرگوں کے معمولات کا حوالہ دیا ہے، وہ سب ترغیب وترہیب، سوانح اور تاریخ کی ایسی کتابوں سے ماخوذ ہیں، جس میں قرآن وسنت کے موافق ومخالف ہر طرح کی بے سروپا غلط اور صحیح باتوں کو بے سمجھے بوجھے اور بلاتحقیق ایک ساتھ نقل کردیا گیا ہے مثلاً: آٹھ قرآن روزانہ ختم کرنے والے بزرگ ابن الکاتب الصوفی المتوفی ۳۴ھ کی روایت، محترم نے امام نوویؒ کی کتاب الاذکار سے لی ہے امام نوویؒ نے اس روایت کو رسالہ قشیریہ سے لیا ہے جو تصوف کی بنیادی کتابوں میں سے ہے، اور جو اسلامی وغیر اسلامی ہر طرح کی تعلیمات کے مجموعے پر مشتمل ہے۔

دوسرے بزرگ منصور بن زاذان رحمۃ اللہ کی روایت کو امام نوویؒ نے کس کتاب سے لیا ہے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ یہ حضرت عام مہینوں میں مغرب اور عشاء کے درمیان روزانہ ایک قرآن اور رمضان میں انہیں اوقات کے درمیان روزانہ دو قرآن سے کچھ زائد ختم کرتے تھے۔ غور اور قابل توجہ بات اور سوال یہ ہے کہ کیا دنیا میں کوئی انسان رات، دن کے چوبیس گھنٹوں میں روزانہ آٹھ قرآن ختم کرنے کی قدرت واستطاعت رکھتا ہے؟ یا مغرب وعشاء کے درمیان ڈیڑھ سے ڈھائی گھنٹے کے وقت میں ایک یا دو قرآن روزانہ ختم

کرنے کی قدرت وصلاحیت رکھتا ہے؟ اور کیا ان بے سروپا غیر معقول روایات میں حقیقت وسچائی کا کوئی عنصر پایا جاتا ہے؟

لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ فضائل، ترغیب، تاریخ اور سوانح کی کتابوں میں صحیح باتوں کے ساتھ، قرآن وسنت کی مخالفت پر مبنی، ایسی افسانوی وجھوٹی باتوں کو لوگوں میں اعمال کی ترغیب، فضلیت اور تشویق پیدا کرنے کے لئے مختلف صحابہ اور ائمہ دین کی طرف منسوب کیا گیا ہے، تاکہ ان بزرگوں کی عقیدت کی وجہ سے لوگوں کو ان عبادات کے خلاف سنت، بدعت اور جھوٹے ہونے کا گمان نہ ہو۔

اور ایسی کتابوں کی انہی افسانوی اور جعلی روایت سے ثابت اعمال پر بدعت کے حکم کا اطلاق نہ ہوجائے۔ اس کے لئے محترم نے حضور ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت مسنون تلاوت قرآن کے آداب وحدود کو صحابہ کے منسوخ عمل سے، غلط دلیل لاکر حدیث پر عمل کو منسوخ وباطل کردیا ہے اور غیر مسنون اور ممنوع تلاوت قرآن کو جائز اور جاری۔

فضائل قرآن میں غور وتدبر پر مضامین!

غور وتدبر کے ساتھ تلاوت قرآن کی اہمیت وضرورت کو واضح کرنے کیلئے محترم نے خود فضائل قرآن کے باب میں کچھ بزرگوں کے حوالوں سے جو لکھا ہے، وہ ملاحظہ ہو:۔

حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے، رات بھر اس میں غور وتدبر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے، اور تم لوگ اس کے حروف اور زیروزبر کو تو بہت درست کرتے ہو مگر فرمان شاہی نہیں سمجھتے، اس میں غور وتدبر نہیں کرتے۔ (فضائل قرآن۔ص ۲۸)

مشائخ نے تلاوت قرآن کے چھ آداب ظاہری اور چھ باطنی ارشاد فرمائے ہیں، جس

میں چوتھا باطنی ادب یہ ہے کہ معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔
(فضائل قرآن ص ۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآن پاک کے معانی میں غور وفکر کرو کہ اس میں اولین اور آخرین کا علم ہے۔ (فضائل قرآن ص ۱۵)

ایک بے محل بحث!

لیکن مندرجہ بالا اقتباسات کے ساتھ ساتھ، محترم نے ایک بے محل اور مغالطہ میں ڈالنے والی بحث چھیڑ کر کہ قرآن کی تفسیر کیلئے، ایک شخص کو کتنے علوم کی واقفیت ہونی چاہئے۔ مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہونے والی صحیح ہدایت اور رہنمائی کو باطل کردیا ہے، اور عام لوگوں کو یہ باور کرایا ہے کہ قرآن کی تفسیر کیلئے پندرہ علوم سے واقفیت کی ضرورت ہوتی ہے، اور جو عوام الناس کو حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کو قرآن میں غور وتدبر یا اس کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے ورنہ وہ گمراہ ہوں جائیں گے۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ زیر بحث اقتباسات کا موضوع، قرآن کی تفسیر اور اس سے مسائل کے استنباط کا نہیں، بلکہ تلاوت قرآن کے وقت، غور وتدبر کے ساتھ اس کو سمجھ کر پڑھنے کا ہے۔ قرآن کی تفسیر کیلئے تو مفسر کو یقیناً ان پندرہ علوم سے واقفیت کی شرط لازم ہے جن کا بے محل ذکر، محترم نے اس سیاق میں نہ معلوم کیوں چھیڑ دیا ہے؟ زیر بحث موضوع اور مسئلہ، صرف ہدایت ونصیحت کے حصول کیلئے، قرآن کے آسان ہونے اور غور وتدبر کے ذریعہ اس سے استفادہ اور سمجھ کر پڑھنے کا ہے، مفسر قرآن، مجتہد اور مفتی بننے کا نہیں، جن کے لئے پندرہ علوم کا عالم ہونا ضروری شرط ہے۔

قرآن میں غور وتدبر شاہ صاحبؒ کی نظر میں

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عامۃ المسلمین میں قرآن سے غفلت اوراس کو سمجھ کر پڑھنے کے تعلق سے اسی قسم کا ماحول اس وقت بھی پایا جاتا تھا، جب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے عوام کو قرآن سے جوڑنے اوراس کی تعلیمات سے روشناس کرانے کی غرض سے، فارسی میں ترجمہ قرآن کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ترجمے کی اہمیت وضرورت کے ساتھ ساتھ اس وقت عوام کی کیا حالت تھی اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اگر تم انصاف سے کام لوتو نزول قرآن کا اصل فائدہ یہ ہے کہ اس سے نصیحت اورعبرت حاصل کی جائے اوراس کی ہدایت سے رہنمائی حاصل کی جائے، قرآن کا صرف تلفظ مقصود نہیں ہے اگرچہ وہ بھی غنیمت ہے۔ مسلمانوں نے یہ کیا شیوہ اختیار کرلیا ہے کہ وہ قرآن کے مفہوم ومعنی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس شخص کو (تلاوت قرآن کے وقت) کیا حلاوت نصیب ہوسکتی ہے جو قرآن کے مدلول کو نہیں سمجھتا‘‘ (مقدمہ فتح الرحمٰن ص ۳)

پھر اس کے بعد مسلمانوں کو قصہ وکہانیوں کے بجائے، درس قرآن کے حلقے کی تاکید اوراہتمام کی تلقین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

’’جس طرح یاران سعادت مند مولانا روم کی مثنوی، شیخ سعدی کی گلستان، شیخ فریدالدین عطا کی منطق الطیر، فارابی کے قصے، مولانا جامی کی نفحات الانس، اوران جیسی دوسری کتابیں مجلسوں میں پڑھتے ہیں، کیا اچھا ہوا گر اسی طرح وہ قرآن کریم کے اس ترجمہ کو آپس میں پڑھیں اوراس کی تفہیم سے مشغل خاطر کریں، اگر وہ اولیاء اللہ کے کلام کا مشغلہ ہے تو یہ شغل کلام اللہ ہے، اگر وہ حکیموں کے مواعظ ہیں تو یہ (قرآن) احکم الحاکمین کا موعظہ ہے۔ اگر وہ عزیزوں کے مکتوبات ہیں، تو یہ رب العزت کا مکتوب ہے۔(مقدمہ فتح القرآن............۱)

قرآن کے ترجمہ کی غرض، اہمیت اور مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:’’ یہ زمانہ جس میں ہم موجود ہیں، اور یہ ملک جس کے ہم باشندے ہیں، اس میں مسلمانوں کی خیرخواہی تقاضا کرتی ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ روزمرہ کی متداول اور سلیس فارسی زبان میں اظہار فضلیت، عبارت آرائی، متعلقہ قصوں اور توجیہات کا تذکرہ کئے بغیر کیا جائے تاکہ عوام وخواص یکساں طور پر سمجھ سکیں اور چھوٹے بڑے سبھی معانی قرآن کا ادراک کرسکیں، اس لئے اہم کام کا داعیہ فقیر کے دل میں ڈالا گیا اوراس کیلئے مجبور کیا گیا‘‘

(مقدمہ فتح القرآن۔۱) (بحوالہ حیات نو: اپریل ۱۹۹۰ء)

آخری گذارش!

قرآن کو ترجمہ اور تفسیر کے ذریعہ، سمجھنے کی کوشش کرنا، اگر عوام کو گمراہی کے خطرے میں مبتلا کرنے کا ہم معنی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ سارے علماء جن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ، شاہ رفیع الدین صاحب، شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ صاحب، شیخ الہند مولانا محمودالحسن صاحب رحمۃ اللہ، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ صاحب اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ صاحب وغیرہ شامل ہیں، سب نے عوام کو گمراہ اور بے دین بنانے کا فضول وبیکار کام کیا ہے۔ خطا وغلطی کا شکار، محترم شیخ الحدیث ہیں یا حسن بصری رحمۃ اللہ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ مشائخ اور وہ سارے علماء وفقہاء جو قرآن کے معنی میں غور وتدبر اوراس کو سمجھ کر پڑھنے کو ہر شخص کیلئے لازم وضروری سمجھتے ہیں، اس کا فیصلہ کرنا ہر قاری کا کام ہے۔

زیر اہتمام: محمد صدیق قریشی
Pixel Arts
Mobail: 9820790615
Printed at : Fatima Printers
Tilak Nagar , Saki Naka Mumbai 400070